Vol. 4 No. 1 (2026)

Liberal Journal of Language & Literature Review
Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895
https://llrjournal.com/index.php/11

اظہر سلیم مجوکہ کی کالم نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

"ANALYTICAL STUDY OF AZHAR SALEEM MJOKA'S COLUMN WRITING"

Amber Farwa[1], Waqar Nadeem Anjum[2], Dr. Munawar Amin[*3]

[1,2]Scholar M.Phil. Urdu University of Southern Punjab Multa
*[*3]Assistant Professor, University of Southern Punjab, Multan*

[*3]drmunawaramin143@gmail.com

Liberal Journal of Language & Literature Review
Print ISSN: 3006-5887
Online ISSN: 3006-5895

DOI: http://doi.org/10.5281/zenodo.22092352

Abstract

Column writing may be a challenging art, but it becomes effortless for a personality who possesses a strong grip on current affairs and keeps a keen eye on surrounding events while writing. Azhar Saleem Majoka ranks among such columnists. Through the power of his pen, he plays a vital role in awakening nations and altering their destinies. He spreads knowledge and awareness, unlocking the closed windows of wisdom and skill through his intellect and reflection.He considers serving society through his pen as his core mission; in doing so, he is seen at times touching the painful wounds of society, and at other times, soothing them with a healing touch. Although a newspaper is printed fresh every day and becomes obsolete by the evening, his columns never grow old. In fact, readers often preserve the newspaper solely for his writings, as his columns embody the same unique and transparent quality found in his personality. He is free of duality—his inner self is an exact reflection of his outer persona, and this transparency is vividly reflected in his written work.

Azhar Saleem Majoka's column writing aligns seamlessly with the public temperament. He is adept at using word associations, beautifying his columns with similes and metaphors, and adding poetic flair whenever appropriate. He possesses rich observational skills, surveying the broad spectrum of life without hesitation and utilizing his intellectual experience to infuse beauty and grace into ordinary matters.

In today's modern era, much is going wrong in the world—some people merely hear about it, some witness it, and others endure it firsthand. Among them, some choose to ignore what they hear, others forget, while sensitive souls weep over it. Azhar Saleem belongs to those who adorn their columns with these tear-like stars. He deems it best to convey this poignant message to his readers in a way that not only awakens feelings of love within them, but also offers comfort to the anguish they feel over these sorrows and griefs.

Keywords: *Current affairs, Awareness, Wisdom, Society, Transparency, Word associations, Similes and metaphors, Poetic flair, Observational skills, Modern era, Poignant message*

دنیائے ادب میں منفر دشناخت کی حامل ہمہ جہت شخصیت محمد اظہر سلیم المعروف اظہر سلیم مجوکہ سرگودھا کے مضافاتی قصبہ "حویلی مجوکہ " میں احمد شیر مجو کہ اور رضیہ سلطانہ کے معزز اور علمی گھرانے میں 22 مارچ 1960ء کو پیدا ہوئے۔اظہر سلیم مجوکہ نے ابتدائی تعلیم کینٹ بورڈ فیڈرل پبلک سکول ملتان سے حاصل کی اور میٹرک بھی اسی سکول سے کیا ایف اے اور بی اے کا امتحان گورنمنٹ کالج سول لائنز ملتان سے پاس کیا پھر بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان آگئے اور یہاں سے ایم اے سیاسیات کی ڈگری حاصل کی اور اسی یونیورسٹی سے آپ نے ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کیا۔اظہر سلیم مجوکہ پیشہ وارانہ طور پر ماہر معاشیات اور بینک کار ہیں انہوں نے اپنی ملازمت کا آغاز اسٹیٹ بینک آف پاکستان کراچی سے کیا بعد ازاں آپ حبیب بینک لمیٹڈ سے منسلک ہو ئے تقریبا 34 سال اس ادارے میں پیشہ وارانہ خدمات سر انجام دیں۔ 2020ء میں اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے۔ سینئر بینکار کی حیثیت سےبیرون ممالک ہونے والی
کانفرنسوں میں شرکت کی۔ یوں ادب سے منسلک ہونے کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی بینکاری خدمات کو بھی پوری نیک نیتی سےسرانجام دیا۔ اظہر سلیم مجو کہ چھ کتابوں کے خالق ہیں جو ان کی ادبی مہارت اور تنوع کی عکاس ہیں اور ان کی علمی و ادبی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت بھی۔ ان کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔
1۔ کتاب دوستاں 1991ء (تنقیدی مضامین)2۔ شامت اعمال 1999ء (انشائیے)3۔حمید شاہد کی تخلیقی جہات 2002ء (مرتبہ) مضامین4۔بے خبر گرم 2005ء (کالم)5۔ امید کے جگنو 2012ء (کالم)6۔آس کی تتلیاں 2017ء (کالم)
کالم نگاری اگرچہ مشکل فن ہے لیکن ایک ایسی شخصیت کے لیے یہ فن اس وقت سہل ہو جاتا ہے۔ جب اس کی حالات حاضرہ پر گرفت ہو اور کالم لکھتے وقت ارد گرد کے معاملات پر اپنی نظر رکھے۔ اظہر سلیم مجوکہ کا شمار بھی ایسے ہی کالم نگاروں میں ہوتاو ہ قلم کے ذریعے قوموں کی تقدیر بدلتے اور قوموں کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ قلم کے ذریعے علم وآگاہی پھیلاتےہیں اوراپنے تدبر و فکر کے ذریعے علم و ہنر کے بند در بچوں کے قفل کھولتے ہیں۔وہ قلم کے ذریعے معاشرے کی خدمت کو اپنا منشور قرار دیتے ہیں اور اس خدمت کے دوران کہیں وہ سماج کی دکھتی رگوں کوپھولتے نظر آتےہیں اور کہیں ان دکھتی رگوں پرمرہم لگاتے ہیں۔اخبار چونکہ روز نیا چھپتا ہےاور شام تک پرانا ہو جاتا ہے لیکن ان کے کالم کبھی پرانے نہیں ہوتےبلکہ انکے کالموں کی وجہ سے قاری اخبار کو بھی سنبھال کر رکھتا ہے کیونکہ ان کالموں میں کچھ خاصیت ان کی منفرد اور شفاف شخصیت جیسی ہے ، یہی جھلک ان کے تحریر کردہ کالموں میں بھی نظر آتی ہے کیونکہ وہ دوہری شخصیت کے مالک نہیں ہیں جیسے وہ باہر سے نظر آتے ہیں ویسے ہی ان کا باطن بھی ہے۔ اسی طرح ان کے کالم بھی ان کی شخصیت کی مانند شفافیت کی جھلک لیے ہوئے ہیں۔
اظہر سلیم مجوکہ کی کالم نگاری عوامی مزاج کے مطابق ہے۔ وہ تلازمات و مناسبات کا استعمال بھی جانتے ہیں، تشبیہ اور استعارہ سےبھی کالم کو خوبصورت بناتے ہیں، موقع کی مناسبت سے شاعری کا تڑکہ بھی لگاتے ہیں۔ ان کے ہاں مشاہدے کی کمی نہیں ہے۔ وہ زندگی کے وسیع مناظر کا جائزہ لیتے ہیں۔ وہ مشاہدہ بےدھڑک کرتے ہوئے اپنے علمی تجربہ کی بدولت عام سے معاملات میں بھی رعنائی خیال بھر دیتے ہیں۔آج کے جدید دور میں دنیا میں ایسا بہت کچھ ہے جو غلط ہو رہا ہے ۔ جسے کچھ لوگ سنتے ہیں،کچھ دیکھتے ہیں، کچھ پربیتتی ہے ان میں سے کچھ لوگ سن کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔کچھ بھول جاتے ہیں اورکچھ احساس کے مارے لوگ اس پر آنسو بہاتے ہیں۔ اظہر سلیم کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ان ستاروں جیسے آنسوؤں کو اپنے کالموں میں سجاتے ہیں۔ وہ اس پردرد پیغام کو اپنے پڑھنے والوں تک اس طور سےپہنچانا زیادہ بہتر گردانتے ہیں اورایسا کر کے وہ قاری کے اندرنہ صرف محبت کا احساس جگاتے ہیں بلکہ ان دکھوں، غموں پر ان کے دل پہ جو قیامت گزرتی ہے۔اس پر مرہم بھی رکھتے ہیں۔روزنامہ "نوائے وقت " ملتان کےایڈیٹر جبار مفتی کہتےہیں:

> "اظہر سلیم مجو کہ جتنا میٹھا دوست ہے اتنا ہی میٹھا لکھاری ہے منافقت اور دو عملیوں سےبھر پور معاشرے میں اس"یک رنگے" کا وجود غنیمت ہی نہیں قیمتی بھی ہےجس کی قدرکی جانی چاہیے تا کہ اندر باہر سے ایک ہونے کا چلن عام ہو سکے۔میں اس کے کالموں کا غالباسب سے زیادہ قاری ہوں۔تقریبا ہر شائع ہونے والا کالم میری نظر سے گزرتا ہے نہ بھی گزرے تو مجھے یقین ہوتا ہے کہ وہ معمول کے مطابق بے ضرر ہی ہو گا اور کسی طرف سے شکایت نہیں ملے گی چنانچہ اتنے ڈھیر سارے کالموں کی اشاعت کے بعد بھی اگر کسی سے لڑائی نہیں ہوئی تو یہ اس کے مزاج کے دھیمے پن کا اعجاز ہے۔"(1)

ایسا نہیں ہے کہ اظہر سلیم ادبی انداز کے نقطہ آفریں ہیں، لیکن وہ بات سے بات نکالنے کا ہنر جانتے ہیں کچھ توان میں ایسا ہے جو انہیں ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔وہ اپنے کالموں میں چھوٹے چھوٹے جملوں کا ستعمال کرتے ہیں۔اس میں بھی ان کا انداز ہلکا پھلکا ہوتا ہے۔ طنزکا دھیما پن ان کے کالموں کو مزید دلکش بنا دیتا ہے۔ مزاح بھی کرتے ہیں تو اس میں بھی انکا انداز میٹھاپن لئے ہوتا ہے۔ "بیوی اور ٹی وی " میں دھیمی سے مزاح کی آمیزش اس طرح کرتے ہیں:

> "اس دلچسپ خبر نے کہ میکسیکو کے ایک شخص کو اس کی بیوی کے ہر وقت ٹی وی دیکھتےرہنے کی پاداش میں طلاق دے دی۔ گزشتہ روز کی اس خبر کی یاد تازہ کر دی جس میں ایک شخص نے ہر روز ٹینڈوں کی ترکاری پکانے کی پاداش میں اپنی بیوی کو طلاق دےدی تھی۔ دونوں خبروں میں مغرب اور مشرق کا حسین امتزاج اور اختیارات کا عمل دخل بھی نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ " (2)

وہ معاشرے میں کوئی ناہمواری، کوئی بے اعتدالی دیکھتے ہیں تو اس پر منہ بسورنے کی بجائےمدلل انداز میں آواز اٹھاتے ہیں۔کوئی بے راہ روی نظر سے گزرتی ہے تو اس پر مناسب چوٹ کرتے ہوئے وہ ذاتی اورشخصی طنز سے باز رہتے ہیں۔وہ ہلکے پھلکے مصرعوں کے استعمال سے تحریر میں خوبصورتی پیدا کرتے ہیں۔ کالم"الیکشن کمیشن کی ایک مشکل تجویز"میں اپنا مدعا کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "موجودہ حالات میں الیکشن کمیشن کی یہ تجویز سیاسی جماعتوں کے زخموں پر نمک چھڑ کنے کے مصداق ہے کیونکہ حکومتی اور سیاسی امور سے اس وقت سیاسی جماعتیں پہلے ہی باہر ہیں۔ الیکشن کمیشن بہت سوں کو ان کی سیاسی جماعتوں سے باہر کرنے کے درپے ہے۔ الیکشن کمیشن کی اس تازہ ترین تجویز پر پاکستان کی بڑی پارٹیوں کے رہنما نہ صرف سیخ پا ہوئے ہیں، بلکہ انہوں نے پارٹی میں ہر سال انتخابات کی تجویز کوناقابل عمل بھی قرار دے دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ موجودہ حکومت کی اس تین سالہ مدت کے دوران تمام سیاسی جماعتیں اپنے تنظیمی معاملات کو صحیح ڈگر پہ لے آئیں تاکہ سیاسی جماعتیں ایسے سیاسی ادارے ثابت ہوں، جہاں سے تربیت پانے والی شخصیات ملک میں مضبوط سیاسی نظام قائم کرنے میں اپنا کردار اداکر سکیں۔"(3)

اظہر سلیم کالم میں مسائل کو اس سادہ انداز سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عام پڑھالکھاقاری بھی ان کے کالموں کا مافی الضمیر جان لیتا ہے۔ وہ کالم میں بات سے بات پیدا کرتے ہیں، الفاظ سے کھیلتے ہیں اور اس میں شگفتگی پیدا کرتے ہیں۔ جب وہ موضوع کا انتخاب کرتے وقت وہ دلچسپی کےعنصر کو مدنظر رکھتےہیں۔ اسی طرح وہ معاملے سے متعلق نئے اور انوکھے پہلو سامنے لاتے ہیں۔ " بکرے کی ماں" میں قربانی کی رسوم سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> " قربانی کا جذبہ تو رواداری، بھائی چارے اور خواہشات سے کنارہ کشی کو فروغ دینے کا نام ہے۔حیرت کی بات ہے کہ دیگر رسوم کی طرح اب عید قربان بھی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اور عید کا تہوار رسم دنیا اور گلے ملنے کا دستور بن کے ہی رہ گیا ہے اور بقر عید اپنے قربانی کے اصل جذبے کی بجائے قصائی، بکروں اور کھالوں کی تلاش میں ہی بسر ہونے لگی ہے اور ثواب بھی ذبح کرنے والوں کو ملنے لگا ہے۔" (4)

اظہر سلیم کے کالم احساسات، تجربات کے ساتھ ساتھ مشاہدہ کرنے کی تڑپ اور مطالعہ کی لگن بھی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے کالم کچھ بتانے اور سمجھانے کے جذبے سے بھر پور ہوتے ہیں۔ وہ قاری کے فہم کا ادراک بھی رکھتے ہیں ۔کالم میں اکثر بات کہیں سے کہیں جا نکلتی ہے، لیکن اس کی افادیت کو بر قرار رکھنا ذہنی پختگی کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا اور اظہر سلیم اس فن میں ماہر ہیں۔کالم میں بہاؤ ضرور ہونا چاہیے مگر اس بہاؤ کے زور میں صرف ایک ہی سمت نہیں بہہ جانا چاہیے بلکہ معاملے کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔اظہر سلیم کے کالموں میں فکر و خیال کا تنوع اور رنگارنگی جابجا دکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلوب اور طرز نگارش کا تنوع بھی نظر آتا ہے اور اس سے ہر کالم کا رنگ ہی الگ ہو جاتا ہے۔ جہاں قاری پریشان کرنے والی خبروں اور خشک و سادہ مضامین سے بور ہو جاتا ہے وہاں وہ ادب کی چاشنی سے لطف اندوز ہونے کے لیے کالم کا سہارا لیتا ہے اور اظہر سلیم کے کالموں میں ادبی مٹھاس کے ساتھ شاعر انہ تخیل بھی کارفرما ہوتا ہے ، کہیں وہ طنز و مزاح کا تڑکا لگاتے ہیں،کہیں افسانوی رنگ بکھیرتے ہیں اور کہیں ڈرامائی انداز اختیارکرتے ہیں۔ بلاشبہ ان کے کالم کی دنیا ایسی دنیا ہے جہاں قاری سیر کرتا نہیں تھکتا۔

اظہر سلیم مجوکہ اپنے شہر ملتان سے خاص انسیت رکھتے ہیں۔جو جگہ جگہ ان کی تحریروں سے بھی عیاں ہے۔ ملتان کے مسائل پر قلم اٹھاتے ہیں اور ان مسائل کے پس پردہ حقائق پر بھی ان کی گہری نظر ہوتی ہے۔"ملتان کے تاجروں سے حسن سلوک"میں تاجروں کے مسائل کے متعلق انہوں نےنہ صرف قلم اٹھایا بلکہ تاجروں پر کیے گئے تشدد کی پر زور مذمت بھی کی ہے اس سلسلے میں وہ انتظامیہ کا ذکر کرنا بھی نہیں بھولے ہیں:

"ملتان کے تاجروں پر حالیہ تشدد کی تفاصیل سننے اور تشدد کی منہ بولتی تصویر دیکھنے کے بعد جہاں ایک طرف عوام کی ہمدردیاں تاجر طبقے نے سمیٹی ہیں، وہاں انتظامی نا اہلی اور پولیس کے روایتی نظام کی خامیوں کا بھی شدت سے احساس سامنے آیا ہے۔ تاجروں پر وحشیانہ لاٹھی چارج کا مشاہدہ کرنے والے اس تحریک میں 77ء کی تحریک کی مماثلتیں تلاش کررہے ہیں۔" (5)

اظہر سلیم مجوکہ چونکہ ملتان میں رہتے ہیں تو اس شہر کے کوچے کوچے کو گویا اپناگھر ہی مانتے ہیں اور کہیں شہر ملتان کی حالت زارےسے متعلق فکر مند نظر آتے ہیں تو کہیں اس کے گل و گلستان کے تذکرے خوشی سے کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ اپنی بساط کے مطابق جابجا ملتان کے مسائل کی نشاندہی بھی کرتے ہیں اور ان مسائل کے تدارک کے لیے خاطر خواہ حل پیش کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔بقول مجید امجد جائی:

"اظہر سلیم مجوکہ ملتان کی دھرتی پر اپنا سکہ جما چکے ہیں اور نصف صدی سے اپنے احساسات ، جذبات اور خدمات سے ملتان کی سر زمین اور اس کے باسیوں کو سیراب کررہے ہیں اور ملتان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔"(6)

اظہر سلیم مجوکہ اپنے کالم"ملتان اور بحران " میں شہر کے کچھ مسائل پراس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"ملتان کو پیرس بنانے کے دعوے تو بہت سے کیے گئے لیکن ملتان کھنڈرات میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے شہر کی بیشتر سڑکوں کا حال برا ہے۔سیوریج کا انتظام بہتر بنانے میں واسا مکمل ناکام ہو چکا ہے۔بہت سے علاقے ترقیاتی منصوبوں میں نظر انداز ہو رہے ہیں۔مخصوص لوگوں پر نوازشات کی بارش ہوتی ہے اور فنڈز بھی صرف چہیتوں کو ملتے ہیں۔اس قدر ترقیاتی امداد کے باوجود ترقیاتی کاموں کی رفتار سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ فنڈ ز کا صحیح استعمال بھی نہیں ہو رہا اور اس کےلیے چیک اینڈ بیلنس کا کوئی موثر نظام موجود نہیں ہے۔" (7)

اظہر سلیم مجوکہ کی تصنیف " آس کی تتلیاں" کاانتساب ان کی والدہ کے نام ہے ان کی کالم نگاری پر مشتمل یہ دوسری کتاب ہے جس میں ان کے کالم عہد رواں کے شفاف آئینے کی مانند ہیں ان میں وہی مسائل پیش کیے گیے ہے جو گرد ونواح میں نظر آتے ہیں۔ان کا عمیق مشاہدہ ہی ان کی تخلیق کو تادیر زندہ رکھنے کا باعث ہے۔وہ سیر وسیاحت کے دلدادہ ہیں اور اپنے کالموں میں مختلف مقامات اور لوگوں سے متعلق معلومات بھی فراہم کرتے ہیں۔ دوران سیاحت مشاہدات اور لوگوں سے ملنے کے دوران جن تاریخی حقائق و خیالات سے آگاہ ہوتے ہیں ۔وہ ان خیالات کو باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے دلچسپی سے بیان کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ " وہاڑی کی کپاس اور میلسی لائبریری " میں لکھتے ہیں:

"جنوبی پنجاب کے اہم حکومتی اور سیاسی خطے کے مختلف اضلاع میں تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے اتنے خزانے پوشیدہ ہیں کہ ان کو تلاش کرنے کے لیے چشم بینا در کار ہے۔ جنوبی پنجاب کا ضلع وہاڑی زرعی اعتبار سے ہی زرخیز نہیں ہے بلکہ اب یہاں تعلیم کے شعبے اور فن و ثقافت کے میدان میں بھی کئی جو ہر پارے ملتے ہیں۔" (8)

اظہر سلیم کی صورت میں قاری کو ایسا سا تھی مل جاتا ہے جواس سے براہ راست مخاطب ہوتا ہے، بناتکلف کےگپ شپ کرتا ہے اور اپنے منفر داند از فکر سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ منفرد اسلوب و نگارش سے دل گداز کرتا ہے۔ ان کےکالموں میں فکر کی گہرائی اور جدید دنیا کے مسائل کا گہرا شعور بھی ملتا ہے۔ سلاست اور روانی ان کے کالموں کا خاصہ ہے۔ وہ اہم اقتصادی مسائل کو بھی اس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ قاری نہ صرف ان کی بات سمجھ لیتا ہے بلکہ اس میں یہ شعور بھی پیدا ہوتا ہے کہ وہ قومی مسائل کے بارے میں سوچ بچار

کرے۔مثلا "یہ مسائل ٹریفک " کا آغاز کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"سیانے کہتے ہیں کہ کسی بھی قوم کی حیثیت اور اہمیت کا اندازہ لگانا ہو تو اسے کھانا کھانے کے دوران دیکھا جائے یا اس کی سڑکوں پر رواں دواں ٹریفک کا مشاہدہ کیا جائے۔ خوش قسمتی سے ہمیں ہر دو مقامات پر آہ و فغاں کی سی صور تحال نظر آتی ہے۔کھانے کے بعض مواقعوں پر تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ کچھ لوگ پہلا یا آخری کھانا سمجھ کر کھارہے ہیں جبکہ ہمارے ہاں کے تقریبا تمام شہروں کی ٹریفک دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہم حالت جنگ میں ہیں اور سب لوگوں کو جلدی جانے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کا خبط سوار ہے۔"(9)

سیاست کالم نگاروں کے یہاں سب سے پسندیدہ موضوع رہا ہے اور اردو کالم نگاری میں سب سے زیادہ جس موضوع پر لکھا گیا ہے وہ سیاست ہے کیونکہ اخبارات کےقاری کی زیادہ تر دلچسپی سیاست میں ہوتی ہے۔ اظہر سلیم اپنے کالموں میں اہم قومی اور سیاسی مسائل کو زیر بحث لاتے ہیں۔ وہ سیاسی جماعتوں اور سیاست دانوں کے پس منظر سے بھی آگاہ ہیں اور ان کا مطالعہ عالمی امور اور مسائل کے بارے میں بھی کافی وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے کالموں میں دلائل اور معلومات ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ بعض اوقات وہ مسائل کے چونکا دینے والےمختلف پہلو بھی سامنے لاتے ہیں۔ زبان و بیاں پر انہیں عبور حاصل ہے اور مطالعہ کی وسعت کے باعث وہ قاری کے لیے منفر د مواد پیش کرتے ہیں۔ سیاست ایسا بہتا دریا ہے جس کا حرف آخر آج تک نہیں لکھا جاسکا۔

اظہر سلیم کی کالم نگاری حقیقت پسندانہ جمہوری رویہ اپنانے کادرس دیتی ہے اور جمہوری عمل کوبلا تعطل جاری رکھنے پر زور دیتی ہے۔ وہ کالموں میں تازہ سیاسی صور تحال کا منطقی انداز میں جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مستقبل کے امکانات کا بھی اندازہ لگاتےہیں۔ ان کے کالموں میں اسی لیے سیاسی بصیرت نظر آتی ہے۔"سیاسی ریہرسل اور عوام " میں لکھتے ہیں:

"عوام اس وقت اپنے سیاست دانوں کے اصل چہروں سے واقف ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب اسے بھی اپنا اصل چہرہ سامنے لانا ہو گا،بصورت دیگر اس کے چہرے کے نقش و نگار بھی حکمرانوں اور سیاست دانوں کے ہاتھ میں ہی ہوں گے کہ ان کی قسمت کی طرح ان کے چہروں کو بھی جس طرح چاہے بدل کے رکھ دیں گے اور جواب میں بس یہی کہہ دیں: "آپ کے ہاتھ میں لکیریں ہیں ورنہ تقدیرتو ہماری ہے۔ " (10)

اظہر سلیم سیاسی مسائل کو شگفتہ انداز میں بیان اس طرح کرتے ہیں کہ تلخ حقائق کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ سیاست وہ کھیل ہے جس میں سیاست کے اپنے اصول ہوتے ہیں جو عام طور پر بڑے بے رحم ہوتے ہیں۔اقتدار کی غلام گردشوں میں انسانی جذبوں کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اس کے باوجود بھی وہ مختلف سیاسی مسائل کے حوالے سےسادہ انداز میں اپنا نقطہ نظر واضح کرتے ہیں جس میں گہر اسماجی شعور ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ سیاسی منافق رویوں اور سیاسی حماقتوں پر پرلطف طنز بھی کرتے نظر آتے ہیں۔اس طنزیہ اظہار کے لئے وہ اشعار کا بھی برمحل استعمال کرتے ہیں۔ جو ان کے کالموں کوشاعری کے قریب کر دیتے ہیں۔اس حوالے سے کالم"لوٹے اور لٹیرے " میں کچھ اس طرح شگفتہ بیانی کرتے ہیں:

"سیاست دانوں کی لوٹا کریسی اور ایک سے دوسری پارٹی میں آمد جامد
کے حوالے سے کچھ لوگ تو یہ شعر بھی گنگناتے نظر آرہے ہیں کہ :

"وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہر جائی کی"

دوسری طرف پارٹیاں اپنے پرانے چہرے لیے لوگوں کو ساتھ دیکھ کر یہ بھی کہتی نظر آرہی ہیں:

"دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی"یوں سیاست دان سارے دوست ہمارے کی عملی تصویر نظر آرہے ہیں۔ " (11)

اظہرسلیم جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اسے الفاظ کا جامہ پہنا کر ایک جیتی جاگتی تصویر بنا دیتے ہیں۔ وہ مسائل پر جب اظہار خیال کرتے ہیں تو موضوع کی تنگ دامنی کا شکار نہیں ہوتے ہے۔ ان کے کالم ادبی مدارج طے کرتے ہیں۔ وہ سماجی حالات واقعات کو گہرے شعور کے ساتھ اس طرح ضبط تحریر میں لاتے ہیں کہ وہ طنز کے

بجائے مزاح کی صورت اختیار کر لیتےہیں۔ جہاں انہیں سماج کی اصطلاح درکار ہوتی ہے وہاں بھی قاری کو خوفزدہ نہیں کرتے بلکہ نرمی سے ہنسا کر سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا شگفتہ اور مشفق انداز قاری کو مسحور کردیتا ہے۔وہ لوڈ شیڈ نگ جیسے سماجی اورعوامی مسئلے پر"واپڈارے فاپڑا" میں شگفتہ انداز میں اس طرح طنز کرتے ہیں:

"اور تو اور وزیر پانی و بجلی بھی لوڈشیڈ لگ کے خاتمے کے حوالے سے مطمئن نظر نہیں آتے ، ان کے لیے تو بس یہی عرض ہے کہ:
تم نے دیکھی ہی نہیں گرمی رخسار حیات
ہم نے اس آگ میں جلتے ہوئے گھر دیکھتے ہیں
بجلی پہ سبسڈی کے خاتمے کے خبروں کے بعد بجلی کی قیمتیں مزید بڑھ جائیں گی"اور برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر"کےمصداق یہ بجلی بھی عوام پر ہی گرے گی - " (12)

اظہر سلیم کے کالموں کی اہم خاصیت ان میں جابجا شاعری کا تڑکہ ہے ۔وہ شعر و شاعری سے شغف رکھتے ہیں۔جہاں جس موضوع پر بن پڑتا ہے وہ اشعار داغنے کی جرات ضرور کرتے ہیں اور موقع محل کی مناسبت سے یہ اشعار نہ صرف کالم کو چار چاند لگا دیتے ہیں بلکہ اس سے قاری بھی پڑھتے ہوئے لطف اندوز ہوتا ہے۔خاص بات یہ ہے کہ یہ اشعار موضوع سے مطابقت رکھتے ہیں۔کالم " حکمرانوں اور سیاست دانوں کے خواب " میں خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی خوبصورتی سے شعرکا استعمال کرتے ہیں۔

خواب ہوتے ہیں دیکھنے کے لیے
ان میں جا کر مگر رہانہ کرو (13)

اسی طرح ایک اورکالم "بحران کا حل میں " مسائل کے حل کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس شعر کا اضافہ کرتے ہیں۔

دلوں کی الجھنیں بڑھتی رہیں گی
اگر کچھ مشورے باہم نہ ہوں گے (14)

اسی طرح " خاموش فضا کی سرگوشیوں" میں سیاست دانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس شعر کی جگہ کچھ اس طرح بناتے ہیں۔

"اب کئی سیاستدان بھی لندن سے پلٹنے کے بعد اشک شوئی کر رہے ہیں
قاضی حسین احمد نے تو باقاعدہ مستعفی ہونے کا اعلان بھی کر ڈالا ہے گویا:
"کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے تو بہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا" (15)

وہ ادبی شخصیات کے ساتھ اپنےتعلق یاکسی یاداشت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ کالم میں تحقیق کے نئے زاویے تراشتے ہیں اور اپنے نظریات کو تقویت دیتے ہیں۔ وہ موضوعات پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں کہ انہیں آفاقی بنادیتے ہیں۔ ان کی صحافتی تحریریں ادب پارے کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ وہ ناصرف تخیل سے کام لیتے ہیں بلکہ جذبات اور اچھوتے خیالات بھی ان کے طرز تحریر کا خاصہ ہے۔ ان کے کالم اردو ادب کا سرمایہ افتخار ہیں۔اظہر سلیم مجوکہ کے قلم نے ادب کے مختلف موضوعات کا احاطہ کرتے ہوئے کالم نگاری میں بلاشبہ اپنالوہا منوایا ہے۔ ان کے کالموں میں ہمیں بہت سے ایسے موضوعات مل جاتے ہیں جن میں نہ صرف مختلف صحافتی شخصیات پر بات کرتے ہیں بلکہ صحافتی مسائل کو بھی سامنے لاتے ہیں۔ وہ مختلف پروگراموں میں شرکت کا احوال بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ اصول پسند صحافیونکو کالموں میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ مسائل کے ساتھ ساتھ وہ معاشرتی ناہمواریوں کو بھی اپنا موضوع بناتے ہیں۔ معاشرے میں بےشمار موضوعات بکھرے ہوئے ہیں اور ایک اچھے صحافی کی پہچان یہ ہے کہ وہ ان موضوعات تک پہنچےاور اپنے آپ کو کسی ایک خول میں بند نہ کرے۔وہ" جناب مجید نظامی کے لیے تقریب تہنیت"کالم میں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

"مجید نظامی اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں اور ادارہ"نوائے وقت"کو انہوں نے ایک ایسی درسگاہ بنا دیا ہے۔جہاں سے علم و ہنر کے چشمے ابلے ہیں۔نظر یہ پاکستان ٹرسٹ کے ذریعے نسل نو میں پاکستانی سوچ اجاگر کرنے کا فریضہ سر انجام دے کر جناب مجید نظامی نے فکر اقبال کی آبیاری کی ہے۔" (16)

" امید کے جگنو" میں وہ ارد گرد کے حالات و واقعات کے متعلق کہتے ہیں کہ منظر تو بدل گئے ہیں مگر حالات کی روش وہی پرانی ہے ہم صرف نشا ندہی کر کے یا کتھار اسس کے ذریعے اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں۔ان کی اس مجموعہ میں زندگی کے سبھی رنگ نظر آتے ہیں بچوں کی معصومیت سے لے کر معاشرے کی سفاکیوں کا ذکر اس میں اپنے تمام تر حقائق کے ساتھ موجود ہے۔سماجی اور ثقافتی پہلو عیاں کرتے ہوئے بھی ان کا انداز آورد اور

تصنع سے پاک ،سادہ اور بے تکلف ہے ،یہی سادگی اور بے تکلفی ان کے کالموں کاخاصہ ہے۔ ان کے کالم بہتے چشمے کی طرح اپنی ہی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات وہ سماجی واقعات میں کچھ ایسے پہلو بھی چن لیتے ہیں جو اس واقعے میں مرکزیکردار اداکرتے ہیں۔پھر وہ ان پہلوؤں کو اس ڈھنگ سے پروتے ہیں کہ قاری کے لیے مزید کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

سماجی مسائل کو موضوع بناتے ہوئے وہ عوامی زبان استعمال کرتے ہیں ۔جس میں ان کا منفر داند از تحریر کارفرما نظر آتا ہے، جوعوام کے ذہنواور دلوں کے قریب ہوتا ہے۔اظہر سیلم محض لفاظی کے چکر میں پڑنےاور زبان دانی کے جوہر دکھا کی بجائے قاری کواپنے منفرد اسلوب سے مرعوب کرتے ہیں۔

بدقسمتی سے ملک پاکستان میں عوام کے دکھ ، درد اور ان کے مسائل سے قطع نظر ایسے سیاسی رہنماؤں کو چنا جاتا ہے جنہیں عوام کے دکھ ، درد اور مسائل سے کوئی سروکار نہیں ہوتا نہ ہی ان کی ضروریات کا احساس ہوتا ہے۔ لازم ہے کہ سیاسی نمائندوں کے ساتھ عوامی رابطے مضبوط ہوں تاکہ عوام کو تمام حقائق سے آگاہی ہو۔جب بھی کوئی نیا فیصلہ یا حکم صادر ہو،اس میں عوام کی مشکلات مدنظر رکھا جائے۔اظہر سلیم مجوکہ کاادبی زندگی میں واسطہ اردو ادب کے مختلف ادبیوں اور شاعروں سے رہا ہے۔ وہ ادبی کانفرنسوں کے علاوہ مختلف پروگراموں میں بھی حصہ لیتے ہیں اور بہت سی ادبی شخصیات سےان کی شناسائی ہے۔ ان کی ادبی کالم نگاری میں مختلف ادبی ذائقے بھی ملتے ہیں اور ادبی کالم نگاری کو فن صحافت کی ضرورت ہوتی ہے وہ کبھی بھی سوقیانہ زبان کا استعمال نہیں کرتے۔

اظہر سلیم نے مرحوم ادبیوں پر تعزیتی کالم بھی لکھے ہیں ان کے کالموں میں ادیب ایک کہکشاں کی مانند جگمگاتے نظر آتے ہیں۔ وہ ادباء کا ایساتعارف کراتے ہیں کہ ادیب تحریروں میں جیتی جاگتی صورت میں نظر آنے لگتے ہیں۔ ان کی ادب حیثیت اور شخصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ جب وہ ادبی کالم تحریر کرتے ہیں تو اپنے کالم کو تنقیدی مضمون نہیں بننے دیتے بلکہ اسے کالم ہی رہنے دیتے ہیں۔

" امید کے جگنو " کے کالم "ہم اہل درد جہاں سے گزر گئے چپ چاپ" میں ملتان کے درویش شاعر ساغر یزدانی کے تعزیتی کالم میں ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہاریوں کرتے ہیں:

> "بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ وہ اچھے شاعر ہونے کے
> ساتھ ساتھ اچھے مصور بھی تھے۔خوش نویس تھے اور
> فی سبیل اللہ لوگوں کی درخواستیں لکھا کرتے تھے۔ان
> کے دکھ درد بانٹتے تھے لیکن خود ساری عمر مشکلات
> اور دکھ کا شکار رہے صدیقی کی بیٹھک کی طرح
> ساغر یزدانی کی بیٹھک سے بھی بہت سے شاعروں
> نے استفادہ کیا ہے۔" (17)

اظہر سلیم نے ادبی میدان اور صحافتی میدان میں ہر صنف کو کھنگالا ہے اور مختلف موضوعات پرقلم اٹھایا ہے۔ ان کے کالم پڑھنے کے بعد بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہےکہ انہوں نے ہر طرح کے مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔کسی بھی موضوع کے متعلق تفصیل لکھنے اور اس کے تمام مناسب پہلوؤں کو سامنے لانے کے لیے ضروری ہے کہ مصنف کا مطالعہ و مشاہد ہ وسیع ہو۔ اگر صرف موضوع ہی چن لیا جائے اوراس سےمتعلق معلومات ہی موجود نہ ہوں تو کالم لکھنا بہت مشکل ہے کیو نکہ ایک مصنف اپنے معاشرے کی تہذیب اور ثقافت کا ترجمان ہوتا ہے اور ایک کالم نگار کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ داخلی و خارجی پہلوؤں اور حالات کی احسن طریقے سے نقاب کشائی کرے۔اظہر سلیم نے بلاشبہ صحافت کے میدان میں طرز جدید کی صحافت کو اپنایا اور اردوصحافت کو نئے زاویوں سے روشناس کر ایا ہے۔انھوں نےسابقہ روش کی بجائےطرز جدید کو اپنایا ،کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پرانے ڈھانچوں پہ نئی عمارت تعمیر کی جائے۔ وہ آزادی صحافت کےقائل ہیں اور صحافت پر لگائے جانے والی پابندیوں پہ تنقید کرتےہوئے آزادی صحافت پران پابندیوں کودو طرفہ حملہ قرار دیتے ہیں۔

اظہر سلیم مجوکہ نے مختلف اصناف پر کالم لکھتے ہوئے معاشرے کی ناہمواریوں اور جابجا بکھرےمعاشرتی مسائل پر قلم اٹھایا ہے اور مختلف مسائل کی نشاندہی کے لیے کسی طور ان تک پہنچ ہی گئے ہیں۔ وہ کسی خاص موضوع پہ مقید نہیں ہوئے، نہ ہی اپنے آپ کو کسی مخصوص خول میں بند کر کے ایک ہی صنف کی اپنے اوپر چھاپ لگائی ہے، بلکہ مختلف مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ ان میں سے غربت ، بھوک، بےروزگاری جیسےمسائل شامل ہیں۔ انہوں نے علم اور حکمت عملی کے فقدان پراپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ جب لوگوں میں علم کی کمی ہوتی ہےتو کہیں نہ کہیں انتہا پسندی بھی جنم لیتی ہے اور بے دینی بھی سر اٹھاتی ہے۔ نتیجتا ایسی کشمکش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی بنا پر من حیث القوم ہم باہمی خلفشار کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ اس نفسیاتی پہلوپر عمیق نقطہ نظر سے اپنا مدعا بیان کرتے ہیں۔کبھی کبھی وہ ان مسائل سے ہٹ کر گزری ہوئی یادوں کو بھی تازہ کرتے ہیں۔ماضی کا ذکر کرتے ہوئے وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو جاتے ہیں اور ایسی منظر کشی کرتے ہیں کہ عملی ماحول کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا ہے۔ کالم " آم ہوں اور عام ہوں" میں ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو کر اپنی پرانی یادوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "پہلے پہل عید سعید کے موقع پر کیک یا پھلوں کی
> صورت تحفے تحائف کا سلسلہ جاری رہتا تھابقر عید
> کے موقع پر بکرے کی روسٹ کی ہوئی ران ایک جگہ

سے دوسری جگہ گھومتی دیکھی جاتی تھی۔مگر آج کل ماتحت لوگوں نے باس لوگوں کو خوش کرنے کے لیے آم کی پیٹیاں بھجوانے کی جو رسم شروع کی ہے۔وہ خاصی کامیابی کے ساتھ جاری و ساری ہے بلکہ غالب کے"آم ہوں اور عام ہوں"کے مقولے کی صحیح پذیرائی ہورہی ہے۔ " (18)

وہ اپنے کالموں میں ملکی معاشی صورِ تحال بھی کو موضوع بناتے ہیں، کیونکہ ملکی ترقی میں معیشت ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کرتی ہے۔اور یہ زندگی کے اہم شعبے کی حیثیت سے ملکی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔ معاشی طور پہ کمزور اقوام ترقی کی راد پہ گامزن نہیں ہو سکتی۔مضبوط معیشت قوم کو رفتہ رفتہ ترقی کی راہ پر ڈالتی ہے۔ اظہر سلیم مجموکہ کالموں میں ،معاشی ترقی کی راہ میں حائل مسائل کی نہ صرف نشاندہی کرتے ہیں، بلکہ ان کا حل بھی پیش کرتے ہیں۔ان کی کالم نگاری میں سیاسی موضوعات کا جائزہ لیں تو روح عصر کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ اپنے کالموں میں سیاسی منظر نامہ بیان کرنے سے پہلے سیاسی موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ وہ ملک میں ہونے والی سیاسی تبدیلیوں پر گہری نظر رکھتے ہیں، جمہوریت اور آمریت کے اتار چڑھاؤ پر اپنا مدعا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عالمی منظر نامے پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔پاکستان کی سیاسی تاریخ ابتدا سے ہی ہنگامہ خیز رہی ہے اور شر پسند عناصر سے پاکستان کی موجودگی اوائل روز سے بھی خطرہ رہا ہے۔ ایسا کوئی دور نہیں گزرا جب پاکستان نازک حالات سے دوچار نہ رہا ہو۔ اکثر وہ پاکستانی سیاست میں ہونے والی سازشوں کا پردہ چاک کرتے نظر آتے ہیں اور کالم نگار خواہ کوئی بھی ہو ، وہ معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے متاثر ہوتا ہے،سیاسی اتار چڑھاؤ بھی اس کی ادبی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔اس لحاظ سے اظہر سلیم مجوکہ ایک کامیاب اور منفرد کالم نگارہیں۔

حوالہ جات:

1. جبار مفتی، فلیپ " مشمولہ "ہے خبر گرم"، الشجر بلڈنگ، لاہور ، 2005ء
2. اظہر سلیم مجوکہ "ہے خبر گرم"، الشجر بلڈ نگ ،لاہور، 2005ء، ص:32
3. ایضا، ص 64
4. ایضا، ص:212
5. ایضا،ص:203
6. مجید امجد جائی، "اظہر سلیم مجوکہ اور ملتان"، مشمولہ: روزنامہ،"بدلتا زمانہ"،ملتان ، 15 مارچ، 2021ء
7. اظہر سلیم مجوکہ ،"امید کے جگنو"، الریاض پبلشرز اردو بازار، لاہور ، 2012ء ، ص:35
8. اظہر سلیم مجو کہ ،"آس کی تتلیاں"، کتاب ورثہ ، لاہور ، 2017ء ، ص:171
9. ایضا، ص:64
10. ایضا، ص:92
11. ایضا، ص:103
12. ایضا، ص:621
13. اظہر سلیم مجوکہ ،"امید کے جگنو"، ص:17
14. ایضا، ص:20
15. ایضا، ص:43
16. اظہر سلیم مجو کہ ،"آس کی تتلیاں"،ص:61
17. اظہر سلیم مجوکہ ،"امید کے جگنو"، ص:621
18. ایضا، ص:278